پروانہ اور اقبال

اکبر حیدری کشمیری

ابھی کچھ دن ہوئے کہ مجھے غالب انسٹیٹوٹ نئی دہلی کا کتب خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پرانے اردو رسائل کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں ماہنامہ ''پروانہ'' قابل ذکر ہے۔ رسالہ نادر و نایاب ہے اور اس کا حوالہ میری نظر سے کہیں نہیں گزرا۔ اس کا معیار اور تنقیدی نظریہ اونچا ہے۔ یہ مجدد السنہ مشرقیہ احمد حسن شوکت میرٹھی کی ادارت میں میرٹھ سے شائع ہوتا تھا۔ ایڈیٹر شوکت میرٹھی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ وہ ایک با کمال اور صائب الرائے صحافی، مسلم الثبوت شاعر، اعلیٰ پائے کے تنقید نگار اور روشن خیال مصلح تھے۔ تعلیم یافتہ اور کھلے ذہن کے مالک تھے۔ ادب سے گہری وابستگی اور فن شعر پار محاکمانہ نظر رکھتے تھے۔ سرسید کے حامیوں میں سے تھے۔ انہوں نے بیدل، ظہیر فاریابی، متنبی کے فارسی دواوین اور غالب کے دیوان اردو کی شرحیں لکھی تھیں۔

شوکت میرٹھی ''پروانہ'' کے علاوہ اردو کے دو ہفتہ وار اخبار ''شحنہ ہند'' اور طوطی ہند'' کے بھی ایڈیٹر اور مالک تھے۔ ''پروانہ'' کے ساتھ یہ اخبار بھی میرٹھ میں چھپتے تھے۔ سالار جنگ میوزیم حیدرآبد کے بےنظیر کتب خانہ (مطبوعات) میں اردو کے متعدد پرانے اخبار محفوظ ہیں۔ ان میں اودھ پنچ لکھنو (سال اجراء ۱۸۷۷ء) سفیر ہند (۱۸۸۰) الپنچ پٹنہ (۱۸۸۵) دکن پنچ (۱۸۸۵ء) اور ''الوقت'' گورکھپور (۱۸۹۲ء) قابل ذکر ہیں۔ یہ سبھی اخبار میری نظر سے گزرے ہیں اور کام کی چیز ہیں۔ الوقت مطبوعہ ۱۳ اگست ۱۸۹۲ء ص ۸ میں شوکت میرٹھی کا وہ تبصرہ نقل ہوا تھا جو انہوں نے اپنے اخبار شحنہ ہند بابت ۲۴ جولائی 1896ء میں شائع کیا تھا۔ تبصرے میں ان کےمعیار صحافت نگاری پر روشنی پڑتی ہے اس لیے اس کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔

''اس کا ایڈیٹر (مولوی محمد سعید زاہد) انیسویں صدی کی ضرورتوں سے واقف اور تعلیم یافتہ ہے۔طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اس نے قومی اور ملکی اغراض کو اپنی ذاتی اغراض پر ترجیح دی ہے۔ چکنے کاغذ پر نہایت عمدہ ترتیب اور اسلوب سے شائع ہوتا ہے۔موجودہ معاملات پر بحث کرتا ہے۔ایڈیٹوریل نوٹ، لیڈنگ آرٹیکل، مراسلات،منقولات،واقعات،قانونی امور۔انتخاب گورنمنٹ گزٹ،اشتہارات، ٹھیک اپنے اپنے محل اور موقع پر ہیں ۔ بے شک ہندوستان کو ایسے ہی اخبارات کی ضرورت ہے ۔طرز تحریر سے شائستہ اور مہذب ہے،مرنج ومرنجان پر عمل ہے۔ہم عصرانہ نفاق تعلّی اور حسد سے پاک ہے۔۔۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ہم عصر کامیاب ہو اور گورکھپور کے مقامی اخباروں میں کشمکش اور نفاق نہ ہو جیسا کہ عام اخباروں کا شعار ہے۔

ا۔طوطی ہند۔

یہ اخبار نادر و نایاب ہے ۔جن لوگوں نے اردو صحافت نگاری پر کام کیا ہے، انہوں نے اپنی تصانیف میں اس کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ جناب عبدالسلام خورشید کی کتاب ''صحافت پاکستان و ہند میں'' بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔اختر الدولہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ

''طوطی ہند کو اردو کے مشہور و معروف شاعر سید مرتضی بیان و یزدانی نے منشی ولایت علی خان مختار عام و مالک مطبع المطابع حدیقہ علوم کے اہتمام سے ۱۸۸۱ء میں جاری کیا تھا۔اس اخبار میں برجستہ مضامین ، عمدہ آرٹیکل،سودمند لیکچر، فصیح و بلیغ اسپیچ ،علوم وفنون کی باتیں قومی اور ملی پرچے اور اچھی اچھی علمی بحثیں صورت رقم پاتی تھیں ۔اخبار ۶ ورق میں ہر ہفتہ ارشنبہ کو چھپتا تھا۔گورنمنٹ اور والیان ملک سے ۵ روساء و امراء سے ۱۲ اور عام شائقین سے ۱۰ روپے سالانہ چندہ لیا جاتا تھا۔کاتب اخبار شوکت علی۔لوح نویس مشتاق احمد ایڈیٹر سید کرار حسین روحانی۔اب سید سجاد

حسین صاحب ریحانی مالک اخبار اور رئیس شہر کے اہتمام سے شائع ہوتا ہے۔

اختر الدولہ نے اختر شاہنشاہی پہلی مرتبہ جون ۱۸۸۸ء میں شائع کی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد یہ اخبار احمد شوکت کی ملکیت میں آیا ہو۔

۲۔ اخبار "شحنہ ہند"

اختر الدولہ کے بیان کے مطابق یہ اخبار احمد حسن شوکت کی ادارت میں میرٹھ سے ۲۰ جنوری ۱۸۸۳ء کو اجراء ہوا تھا۔ اس کے لوازمات درج ذیل ہیں:۔

۔۔۔ دیسی زبان کی انشاء دازی کی اصلاح کرے گا اور بتائے گا کہ مہذب اور فصیح و بلند انشا پردازی کس کو کہتے ہیں۔

۔۔۔ لوکل معاملات اور سوشل امور پر آزاد مگر خیر خواہی کے ساتھ نکتہ چینی کرے گا۔ مدبرانہ و مصلحانہ و شاعرانہ و عالمانہ غرضیکہ ہر قسم کے خیالات شائع کرے گا۔

۔۔۔ مذہبی تعصب کو پاس نہ پھٹکنے دے گا۔ گورنمنٹ اور رعایا اور تمام مذاہب ہندوستان کا یکساں خیر خواہ ہوگا۔

۔۔۔ ہندوستانی ریاستوں کی اصلاح کرے گا اور بتائے گا کہ موجودہ زمانے میں کیا کرنا چاہیے۔ اقوام ہندوستان میں عموماً اہل اسلام میں خصوصاً اتفاق پیدا کرنے اور نیشنلٹی کے قائم کرنے میں ساجھی ہوگا۔

۔۔۔ دیسی اخبارات پر بالالتزام ہمیشہ ریویو لکھا کرے گا۔ جن ایڈٹری اور وقائع نگاری کے اصول بتائے گا۔ اور دیسی اخبارات جو کچھ غلطیاں کریں گے یا کر رہے ہیں۔ ان پر تنبیہہ کرے گا۔ الغرض اپنے کو اسم بامسمیٰ ثابت کردے گا۔ انشاءاللہ گورنمنٹ اور والیان ملک سے ۲۵، روساء و امراء سے ۱۳ اور عام شائقین سے ۹ روپے۔ چار ورق اوسط۔ مالک جناب مولوی احمد حسن صاحب شوکت از مطبع المطابع۔ (۲)

شوکت میرٹھی نے میرٹھ میں ایک مشاعرہ قائم کیا تھا۔ اس کا نام مشاعرہ نوچندی تھا۔

مشاعرہ ہر مہینے ہوا کرتا تھا۔ اس میں جو شعراء حصہ لیتے تھے۔ ان میں اکثر و بیشتر شوکت کے شاگرد ہوئے تھے۔ پروانہ کے بعض شماروں میں ان کینام اس طرح درج ہیں:

پیارے لعل شاکر میرٹھی، قادر بخش شاد، سید امیر علی وا، محمد شیث جودت، محمد شفیع ناصر، امیر حسن سہانپوری۔

پروانہ۔

پروانہ، ستمبر ۱۸۹۵ء میں جاری ہوا تھا۔ شمارہ بابت ماہ ستمبر جلد ۶ نمبر ۱۲، ۱۹۰۶ء ص ۲۵ میں ''اختتام سال'' کے تحت ذیل کی عبارت قابل غور ہے۔

''اے سربیان و معاونان۔ پرونہ مبارک ہو کہ آپ کے پرونہ نے ساتویں سالگرہ کا خلعت پہنا۔ باغبان حقیقی کی آبیاری اور آپ کی عنایتوں کی باو بہاری کی مددگار سے اس نخل تجدید (پروانہ) کو جو کچھ گلکاری نصیب ہوئی۔ اس کی شکر گزری سے عہدہ براری کسی طرح نہیں ہوسکتی ع۔

اے باد صبا این ہمہ آوردہ تست

اگر چہ فیض تجدید اقطار ہندوستان میں ہماری دلی آرزو اور منشا کے موافق عام دتام نہیں ہوا کیونکہ اوردو شاعری اسی پرانی تقلید کے ڈھرے پر چل رہی ہے، تام (پروانہ) نے اس شاہد عذرا کے چہرے سے نقاب اٹھا کر کسی قدر جھلک رکھادی۔ رفتہ رفتہ مشاقان جمال میں جس وقدر تاب نظارہ پیدا ہوتی جائے گی۔ اسی قدر انکشاف ہوتا جائے گا۔

صاحبو! قصائد خاقانی۔ نکات بیدل، متنبّی وغیرہ کے حل سے مجدد (مدیر پروانہ) کو صرف اپنی شان دقیقہ سنجی دکھانا مقصود نہیں بلکہ اردو شعراء کے دماغوں میں

معلومات کا جوہر پیدا کرنا مد نظر ہے اور صیر فی نقد سخن اس امر کی بخوبی سمجھتے ہیں نہ کہ عام شعراء۔ یہی وجہ ہے کہ "پروانہ" ع۔

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی

کا مصداق بنا ہوا ہے، مگر وہ اپنی رفتار ترک نہیں کر سکتا۔ بڑے بڑے علماء اور فضلاء اور بالغ نظر شعراء نشان تجدید سے واقف ہو گئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ بعض وجود سے اکتساب فیض سے جھجکتے ہیں۔ ہاں، جن منصف مزاج حضرات کا کانشنس، صاف ہے، وہ فیض یاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

صاحبو! "پروانہ" پر یہ سال اچھا نہیں گزرا۔ کچھ ہماری علالت سے اور کچھ معاونوں اور مربیوں کی بے پروائی سے۔ امید ہے کہ آئندہ نعم البدل ہو گا اور "پروانہ" کے مربیوں میں سیلف ہیلپ کا جوش پیدا ہو گا۔

پروانہ سے پہلے اور اس کے بعد جن رسالوں کا اجراء ہوا تھا، اور جو ہماری نظر سے گزرتے ہیں۔ ان میں سے ذیل کے پرچے قابل غور ہیں:۔

۱۔ مخزن الفواید۔ حیدر آباد سال اجراء ربیع الثانی ۱۲۹۱ھ ۱۸۷۴ء ایڈیٹر نواب عماد الملک عماد الملک سید حسین بلگرامی۔

۲۔ دلگداز۔ لکھنو سال اجراء جنوری ۱۸۸۷ء ایڈیٹر شرر لکھنوی۔

۳۔ حسن۔ حیدر آباد سال اجراء ۱۸۸۷ء ایڈیٹر نواب عماد نواز جنگ تخلص حسن۔

۴۔ مرقع عالم۔ ہردوئی سال اجراء ۱۸۹۰ء ایڈیٹر حکیم محمد علی خان

۵۔ ادیب۔ فیروز آباد سال اجراء ۱۸۹۶ء ایڈیٹر سید اکبر علی۔

۶۔ خدنگ نظر۔ لکھنو سال اجراء ستمبر ۱۸۹۷ء ایڈیٹر نوبت رائے نظر۔

۷۔ اروئے معلے۔ دہلی سال اجراء نومبر ۱۸۹۷ء ایڈیٹر احمد شفیع نیر۔ مرقع عالم پریس ہردوئی۔

۸۔ مخزن۔لاہور سال اجراء اپریل ۱۹۰۱ء ایڈیٹر شیخ عبدالقادر

''پروانہ'' متنوع مضامین اور متانت وسنجیدگی کے اعتبار سے متذکرہ بالا رسالوں کی ٹکر کا تاھ۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ تنقیدی نظریات، سخن فہمی۔ لہجے کی گرمیک اور اصلاحی شعور میں اسے سب پرچوں پر فوقیت حاصل تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ اتنا اہم اور سنجیدہ پرچہ گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔ یہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ نکلتا تھا۔ اس کے قواعد وضوابط دیگر رسالوں کے مقابلے میں قدرے سخت تھے۔ ہر شمارے کے دوسرے صفحے پر ''ضوابط پروانہ'' یوں درج رہتے تھے۔

''ہر انگریزی مہینے میں ۳۲ صفحات کے حجم سے لے کر ۴۲ صفحات تک شائع ہوتا ہے۔ ایشیائی شاعری کی اصلاح کا پہلا فرض ہے۔ قیمت سالانہ پیشگی۔ والیان ملک سے عمائدو رؤسا سے طلبہ اور کم استطاعت والوں سے مابعد کا حساب نہیں۔ دینے والے با ۱۲ خریداروں کی پیشگی قیمت بھجوانے والے ''پروانہ'' کے مربی ہوں گے۔ اور سالانہ دینے والے معاون ششماہی پیشگی۔ نمونہ کے پرچے کی قیمت ۵ ہیں کیونکہ پروانہ فی حد ذات ایک مستقل کتاب ہے اور یہ عام قاعدہ ہے کہ کوئی کتاب نمونہ میں مفت نہیں بھیجی جاتی۔

اعلیٰ درجے کی ایشیائی نظم خواہ سوشل ہو پولیٹکل مشکوری کے ساتھ طبع ہوگی۔ بلکہ حسب تجویز کمیٹی ''پروانہ'' انعام بھی اعلیٰ قدر مراتب دیا جائے گا۔ اس سے یہ مقصد ہے کہ نئی روشنی والے جو ایشیائی شاعری کے سائنس سے ناواقف ہیں اور اس وجہ سے اس کو حقیر سمجھتے ہیں، ان انکی راہ مین ایسی مشعل توفیق رکھی جائے کہ انیسویں صدی جس کو اپنی ہر قسم کی ترقی پر ناز ہے۔ ایشیائی شاعری کا نمونہ دکھائے تو سہی۔

''پروانہ'' عام رسالوں کی مانند نہیں۔ جس میں ہر کس و ناکس کا رطب ویابس کلام شائع ہو جائے بلکہ اعلیٰ درجے کا مضبوط اور مربوط ٹھوس کلام ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہم خود غرضی مدنظر نہیں بلکہ ہمارا مقصد ایشیائی شاعری کو فروغ دینا ہے جس کا

ستارہ ملک اور قوم کی ناعاقبت اندیشی یا جہالت سے آج ڈوب گیا ہے۔پس ''پر وانہ'' میں انہی حضرات کی غزلیں شائع ہوتی ہیں جو پیشگی قیمت بھیج دیتے ہیں۔غیر طرح کلام صرف مربیوں اور معاونوں کا شائع ہوگا۔اوروں کا نہیں۔

اعلان عام۔

''پروانہ'' سے جو لوگ فیض اٹھانا چاہتے ہیں۔اگر وہ اپنا کلام بھیج کر خواہش کریں گے اور جس رنگ اور جس مرتبہ کا کلام ہوگا۔اس میں انشاءاللہ ویسی ہی فصیح و بلیغ اصلاح دی جائیگی۔کیونکہ ''پروانہ'' ایشیائی شاعری کا مجدد اور رفامر ہے اور کسی شخص کو اپنا نقص آپ نہیں معلوم ہوتا۔اس کو مجدد ہی خوب جانتا ہے، کہ فلاں کلام کس پایہ کا ہے اور اس میں کیا خوبی اور کیا نقص ہے اور یہ دعویٰ سرسری ہی نہیں بلکہ مع البرہان ہے۔جو صاحب چاہیں دیکھ لیں۔پرکھ لیں، پرکھالیں۔

(مجدد السنہ مشرقیہ ابو ادریس احمد شوکت مدیر ''پروانہ'' و شحنہ ہند' میرٹھ'')

''پروانہ'' ۱۵X۲۳ سینٹی میٹر کے سائز میں ۲۵ سطر فی صفحہ چکنے کاغذ اور عمدہ کتابت میں ایڈیٹر کے ذاتی پریس ''شوکت المطابع'' میرٹھ سے چھپتا تھا اور اس کے پڑھنے والے ہندوستان کے طول و عرض میں تھے۔سری نگر، کشمیر میں بھی جایا کرتا تھا۔اس میں اور لوگوں کے علاوہ ڈاکٹر اقبال، ڈاکٹر نذیر احمد۔مہاراجہ کشن پرشاد، سید محمود، پیارے لعل شاکر، سید امجد علی اشہری اور مدیر مجدد السنہ مشرقیہ احمد حسن شوکت کا کلام بھی شائع ہوتا تھا۔یہ نہیں دریافت ہو سکا کہ ''پروانہ کب تک جاری رہا۔'' غالب انسٹیٹیوٹ'' دہلی میں تقریباً ایک سال کے شمارے ہیں۔ان میں سے بعض کی تفصیلات ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

''پروانہ'' ماہ جنوری و فروری ۱۹۰۲ جلد ۶ نمبر ۴، ۵

ص ا اور ص ۲ سرورق اور ضوابط ''پروانہ''۔ص ۳ اور ص ۴ میں سید امجد علی اشہری (متوجی ۱۹۱۰ء) کی دو نظمیں ''خوشامد'' اور ''زیور'' کے عنوان سے ہیں۔دونوں کے

مطلع بالترتیب درج کیے جاتے ہیں

۱۔ خوشامد بھی عجب تاثیر میں اپنی ہے لاثانی
ہزاروں رنگ کی موجد ہزاروں طرح کی بانی

(۳۵ شعر)

۲۔ ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی ماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ نادان سے

(۱۱ شعر)

ص ۵ اور ص ۶۔ مخمس بر قصیدہ امام ہمام حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ازمولوی حکیم حافظ احمد ایمن سکندر پوری (۱۱ بند)۔ مخمس کے آخر میں ایڈیٹر صاحب کا یہ نوٹ قابل ذکر ہے:

''یہ قصیدہ یقیناً حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہیں۔ اس میں جا بجا اسقام ہیں اور ایک بے ربط کلام ہے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا دیوان اور جیسا کہ ظہیر فاریابی کا دیوان جو مطبع نولکشور میں چھپے ہیں۔ ایسا لچر کلام نہ خواجہ صاحب کا ہو سکتا ہے۔ نہ ظہیر فاربی کا۔ لوگوں نے ٹکے سیدھے کرنے کی جانب سے گھڑا دیا۔ ہندوستان کے اہل مطابع میں چشم بصیرت کہاں کہ کھرے اور کھوٹے کو پرکھیں۔

ص ۷ اور ص ۸ میں سید محمود کی ایک نظم ۳۷ اشعار میں ہے۔ اس کا عنوان ''حالت قوم'' ہے۔ ص ۹ ص ۱۴ میں فارسی اور اردو غزلیں ہیں۔ ص ۱۳ میں ''مسٹر پیارے لعل صاحب شاکر میرٹھی شاگرد مجدد الوقت (احمد حسن شوکت) از شادی وال ضلع گجرات کی ایک غزل ہے۔ چند شعر یہ ہیں۔

کیا زباں سے ہو بیاں شان جناب شوکت
سب زباں داں ہیں ثنا خواں جناب شوکت

اٹھ سکے کس سے یہ احسان جناب شوکت
ہند میں جاری ہے فیضان جناب شوکت

عند لیبان خیالات ہیں سب نغمہ سرا
ہے پھلا پھولا گلستان جناب شوکت

اپنے ارمان تو نکلیں گے جبھی اے شاکر
جلد چھپ جائے جو دیوان جنا ب شوکت

ص ۱۶ تا ص ۲۴ مرقع حل کلام شعراء نکات بیدل۔ ان صفحوں میں بیدل عظیم آبادی کے مشکل اشعار کی آسان شرح لکھی گئی ہے۔ ص ۲۴ اور ۲۵ میں ۵۴ شعر کی ایک نظم بعنوان ''صنعت اور ناتوانی'' درج ہے۔ شاعر کا نام نہیں لکھا گیا۔ ص ۲۶ کے آخر غزلوں کا اعلان کیا گیا ہے:

مارچ ع۔ سیمیں تنوں پہ خاک چلے مفلسی کا زور
اپریل ع۔ اک علی ہے وہ بھی مرجھائی ہوئی
مئی ع۔ اک کلی ہے وہ بھی مرجھائی ہوئی
مئی ع ۔ شیشہ جب صہبا کا ٹوٹا صورت ساغر ہوا۔

اس کے بعد ''اعلان'' کے تحت ذیل کی عبارت ہے:

''مندرجہ بالا دوطرح اس لیے خلاف قاعدہ بے ترتیب ردیف ہیں کہ یہی دونوں طرحیں بجوم نوچندی میرٹھ کے مشاعرے کے لیے تجویز کی گئی ہیں جو سالانہ

مجد دالوقت کے خیمہ گاہ پر ہوتا ہے اور اب کی شروع اپریل ۱۹۰۲ء میں ہوگا۔ اگر کوئی صاحب آخر مارچ تک غزلیں بھیجیں گے۔ پڑھوادی جائیں گی۔ اور فارسی کی طرح بابت مشاعرہ یہ ہوئی ع۔

بکف داماں اور ناید مگر دست گریباں را''

''پروانہ''۔ ماہ مارچ ۱۹۰۲ء جلد ۶ نمبر ۶

اللہ اللہ کیا غضب ہے انقلاب روزگار
یعنی وہ اسلام جو تھا منبع عز و وقار

وادریغا! اب وہی اسلام ہے جس کے خواص
ہیں عوام الناس کی نظروں میں بے توقیر و خوار

یا ہمارے نیک و بد میں ہم کو مدخل کچھ نہیں
جو ہوا جو ہو گا۔ سب کا ہے مقدر پر مدار
بس یہ دو باتیں ہیں جن کو سید احمد صاف صاف
خلوت و جلوت میں در پردہ بظاہر آشکار
جب تلک جیتا رہا ، کہتا رہا ، اک ایک سے
ایک سر پر قوم کے جن تھا جہالت کا سوار

کفر کے فتوے لکھے جانے لگے بالاتفاق
دھمکیوں اور گالیوں کا ہو گیا مشکل شمار

وقعتہ اسلامیوں میں کھلبلی سی مچ گئی

آگ سی اک لگ گئی پنجاب سے لے تا بہار

دیکھ کر سید پہ اعدا کا باین کثرت ہجوم
پھر گئی آنکھوں میں ایسی کربلا کی کار زار

آخری دم تک وہ اپنی بات پر قائم رہا
تھی وقر اس کی سرشت اور عہد اس کا استوار

اس نے ثابت کو دکھایا روز روشن کی طرح
یہ کہ اب تعلیم پر بہبود کا ہے انحصار

علم دولت ، علم حشمت، علم طاقت ، علم زور
علم لشکر ، علم خنجر ، علم تیغ آب دار

علم ہے فوز و فلاح دین و دنیا کا کفیل
علم ہے تہذیب اور شائستگی کا ذمہ دار
علم ہی ہے عقل آئینہ فہم و ذکاء
علم ہی ہے گلشن قبال مندی کی بہار

ہائے وہ سارے مسلمانوں کا سچا خیر خواہ
ہائے وہ پیارے مسلمانوں کا پکا دوستدار

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

پھر علی گڑھ میں کہ ہے ہندوستاں کو جس سے فخر
پا چکا ہے نام جس کا ملکوں ملکوں اشتہار

بہہ رہا ہے علم کا دریا بہ از شیر و عسل
آب ، آب زندگی شیریں و صاف و خوشگوار

گر مسلمانو تمھیں دنیا میں رہنا ہے بخیر
پس اسی تعلیم کو فی الفور کر تو اختیار

یہ وہی تعلیم ہے جو جو مقتضائے وقت ہے
کون روکے وقت کو رستم ہو یا اسفند یار

علم کا کعبہ ہے اس میں گھومنا پھرنا طواف
دوڑنا ہے سعی اور فٹ بال ہے رمی الجمار
جامہ احرام ہے نکٹائی اور پتلون ہے
سر برہنہ مثل محرم گر نہیں فر کی بہار

''پروانہ'' بابت ماہ مئی ۱۹۰۲ء نمبر ۸ جلد ۲

کسی لکھنوی شاعر نے داغ دہلوی کے کلام پر اعتراض کیا تھا۔ ایڈیٹر ''پروانہ'' نے اس کو للکارا کہ اس کی کیا مجال ہے کہ وہ داغ پر اعتراض کر سکے:

''خبردار! آئندہ چونچ کھلی تو ہم سے برا کوئی نہیں۔''

ایڈیٹر صاحب جب چاہتے ہیں داغ کا دفاع کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں خود ان کو تختۂ مشق بناتے ہیں۔ داغ کی حمایت میں ''پروانہ'' ص ۳ کا عکس مضمون

کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔اس کا عنوان ہے۔ ''حضرت داغ پر اعتراض۔

ص ۴۲ تا ص ۴۶ میں جلیل مانک پوری کی مشہور غزل پر ''ریویو'' کے تحت سخت الفاظ میں تنقید کی گئی ہے۔ یہ غزل حیدرآباد کے مشاعرے میں پڑھی گئی تھی۔ ایڈیٹر صاحب تمہید میں لکھتے ہیں۔

''حضرت جلیل کے کلام پر ہم پہلے بھی ریویو کر چکے ہیں اردو کے معمولی شاعر ہیں اور وہ بھی صرف غزل میں۔ حضرت امیر (امیر مینائی) کے کلام میں جو شگفتگی ہے، وہ ان کو چھو بھی نہیں گئی۔ ہمارے خیال میں حضرت امیر کی جانشینی کے قابل اگر کوئی ہے تو ریاض ہے۔ ان کا کلام شوخی۔ معاملہ، مذاق، رندی الغرض ہر پہلو کے لئے ہوئے ہے۔ اور باایں ہمہ اور شگفتہ ہے۔''

جلیل:

جو سن ہے کم تو وہ کچھ واقف عتاب نہیں
دم سحر ہے ابھی گرم آفتاب نہیں

ایڈیٹر: مصرعہ اولی بہت کاوش اور فکر میں لکھا گیا ہے۔ یعنی پہلے کچھ اور لکھا پھر بدلا۔ تاہم الجھن نہ گئی۔ یوں فرمائیے ع ''وہ کم سنی کے سبب واقف عتاب نہیں

جلیل:

نگاہ برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

ایڈیٹر: واہ جناب واہ۔ خلاف سنت شعرائے۔ نگاہ اور چہروں دنوں کو زمین دوز کر دیا۔ ترقی اور تفضیل کی پہیلی کا بھی اتا پتا نہیں۔ پھر کیا برق اور آفتاب کے دیکھنے کی کسی کو تاب ہے؟ شاید اسے ہو جو تاب لا کر آنکھیں مانگتا پھرے۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

نگہ جو برق نہیں، چہرہ آفتاب نہیں

وہ آدمی ہے تو کیوں دیکھنے کی تاب نہیں

جلیل:

زباں کو سوز جگر کہنے میں حجاب نہیں
ہماری شمع پہ گھونگھٹ نہیں، نقاب نہیں

ایڈیٹر: بالکل ٹکسال باہر ہے۔ کہنے کی یاءِ مجہول دبتی ہے۔ پھر مطلب بظاہر یہ ہے کہ اگر زبان کو سوز جگر کہیں تو اس میں کچھ حجاب نہیں۔ حالانکہ یہ آپ کا مطلب نہیں۔ پھر گھونگھٹ اور نقاب دونوں میں ایک حشو ہے۔ اصلاح ملاحظہ ہو۔

زباں بیاں جو کرے سوز دل، حجاب نہیں
یہ شمع وہ ہے جسے حاجت نقاب نہیں

جلیل: ہر ایک آنکھ میں شکل ان کی ہے سمائی ہوئی
بہت سے پردے ہیں کچھ ایک ہی نقاب نہیں

ایڈیٹر: مصرعہ اولی کی بندش کتنی لچر ہے۔ ان کی کا تقطیع میں پھر کونا دبتا ہے اور مضمون بھی مہمل، کیونکہ جب ہر آنکھ میں ان کی شکل سمائی ہوئی ہے تو پردہ کہاں رہا۔ اگر آنکھ کے پردے مقصود ہیں تو شعر یوں ہونا چاہیے۔

ہر ایک آنکھ میں صورت تری سمائی ہے
بہت ہیں پردے مگر ایک بھی نقاب نہیں

شوکت میرٹھی نے جلیل کی غزل کے ۱۵ اشعر درج کیے ہیں۔ ہم نے بہ سبب طوالت صرف ۴ شعر پیش کیے ہیں۔ جو شعر ایڈیٹر صاحب کو اچھا لگا تھا۔ اس کی انھوں نے تعریف کی ہے۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے۔

بتوں سے پردہ اٹھانے کی بحث کیا کرتے
کھلی دلیل ہے کعبہ بھی بے نقاب نہیں

''پروانہ'' بابت ماہ جون ۱۹۰۲ء نمبر ۹ جلد ۶

اس شمارے کی خاص بات ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے مرزا داغ دہلوی کو اپنی تنقید کا نشانہ بنا دیا۔ ص ۱۰ سے ص ۱۲ تک داغ کے دیوان ''گلزار داغ'' کی پہلی غزل پر ریویو کیا۔ ذیل میں چند شعروں کی تنقید پیش کی جاتی ہے۔

''داغ: عدوئے سامری فن دیکھے اعجاز رقم میرا
عصائے موسوی ہے حمد خالق میں قلم میرا

ایڈیٹر: کیوں جناب یہ ''عدوئے'' میں ''ے'' کیسی ہے۔ لفظ تو عدو ہے۔ پھر ''دیکھیے'' کی تقطیع میں لیے گرتی ہے جو آپ جیسے مشتاق کہنہ شاعر کے پان کو شعراء کی بھری محفل میں سرخرو نہیں کر سکتی۔ کوئی نو آموز کہہ سکتا ہے۔ کہ ''ے'' نہ بلکہ ''اعجاز'' کا الف جو اڑا گرتا ہے۔ پھر دوسرے میں 'عصائے موسوی'' صحیح ہے یا عصا موسیٰ۔ صحیح مذاق سے فرمائیے کہ 'علیل' سے اصلاح ملاحظہ ہو۔

عدو سامری فن دیکھ اعجاز رقم میرا
کہ ہے ثعبان موسیٰ حمد خالق میں قلم میرا۔

داغ: برنگ بوئے گل ہے ہر نفس یاد الٰہی میں
قیامت تک بھرے گی دم نسیم صبحدم میرا

ایڈیٹر: ماشاءاللہ خوب شعر ہے۔ مگر ایک آنچ کی کسر ہے۔ یاد الٰہی میں آپ کی ہر سانس ہے۔ مگر نسیم صبحدم خود آپ کا دم بھرے گی۔ بلاغت کی یہ شان نہیں۔ خدا کرے آپ یہ نکتہ سمجھیں۔ مصرع اولیٰ یوں بنا لیجیے ع۔

برنگ بوئے گل ہوں ہر نفس یاد الٰہی میں

دیکھئے اب دونوں مصرعوں میں مطابقت ہوگئی۔ یعنی میں خود ہر دم یاد الٰہی میں مصروف ہوں تو نسیم صبحدم کیوں میرا دم نہ بھرے ورنہ جب سانس مصروف ذکر اللہ ہے تو نسیم سانس ہی کا دم بھرے گی نہ کہ آپ کا۔ آپ نتھنے پھولا کر دم اور نسیم صبحدم کو کیوں ہوا بتاتے ہیں۔

داغ۔ الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر

چلے کونین میں نام محمد ﷺ سے درم میرا

ایڈیٹر درم کیواسطے سکہ کی ضرورت ہے۔ پھر نام محمد اور کلمہ رسول اللہ دونوں ایک ہیں۔ دوسرا مصرعہ یوں بنا لیجئے۔ ع۔

یہ سکہ ہے چلے کونین میں اس سے درم میرا۔

غزل پر تنقید کرنے کے بعد ایڈیٹر نے اسی زمین میں اپنی غزل کے ۱۱ شعر درج کیے ہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ

''یہ نہ سمجھیے کہ مجدد (ایڈیٹر) اصلاح ہی کرتا ہے۔ ذیل میں تازہ بتازہ ڈال کے نوٹے اشعار بھی اسی زمین میں ملاحظہ فرمائیے۔

یہاں ہم دو شعر نقل کرتے ہیں۔

''مطلع: گزر جب سے ہوا ہے جانب کوئے صنم میرا

قدم لیتا ہے رہ رہ کر ہر اک نقش قدم میرا

''مقطع: یہ کشتیوں کے گلے پر رک کے کیوں چلتی ہے اے شوکت

زبان تیغ کھینچوں گا اگر باقی ہے دم مرا۔

''پروانہ'' بابت ماہ جولائی ۱۹۰۲ء نمبر ۱۰ جلد ۶ ص ۲۳

''ارمغان'' شاہجہان پور

''کچھ عرصہ ہوا یہ رسالہ زیر اہتمام ابو الاعجاز منشی محمد احسن علی خان صاحب احسن جاری ہوا تھا مگر مفت خوروں اور نا دہندوں کی بدولت جن کی ہندوستان میں کمی نہیں بند ہو گیا تھا۔ چنانچہ منشی صاحب کو انھیں ظالموں، ٹائنوں، ناخدا ترسوں کی بدولت پانسو روپیہ کا نقصان اٹھانا پڑا۔ مگر منشی صاحب کی عالی ہمتی قابل تحسین ہے کہ اب پھر جاری کیا۔ حضرت احسان کا کلام سلجھا ہوا اور بہت صاف ہوتا ہے۔ طبع رسا اور

ذہین سلیم رکھتے ہیں صاحب تصانیف ہیں۔ مشاق ہیں۔ باخبر ہیں امید ہے کہ رسالہ ترقی کرے گا بشرطیکہ ''ارمغان'' کے تمام ناظرین اردو شاعری کے ہمدرد اور با حیا ہوں۔ قیمت سالانہ ۴؎۔

''پروانہ'' بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ ؁ نمبر ۱۲ جلد ۶

اس شمارے میں ص ۲۰ اور ۲۱ میں ایڈیٹر صاحب نے پھر اپنے تنقیدی مزاج کا مظاہرہ ''ریویو'' پر ریویو لکھ کر کیا ہے۔ اس میں انہوں نے ''اودھ پنچ'' لکھنو کے لکھنے والوں کو مورد الزام ٹھہرایا کہ وہ کلام داغ پر بے جا اعتراضات کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

''ہم لکھ چکے ہیں کہ داغ جیسے پرانے شاعر ماہر استاد شاہ دکن کے کلام پر قلم اصلاح اٹھانا صرف مجدد (ایڈیٹر) کا کام ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں پنچوں کو تو دل لگی سے غرض ہے۔ وہ کیں چوکنے لگے۔

دل لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے انہیں
ورنہ واں بے رونقی دود چراغ کشتہ ہے

''اودھ پنچ'' کے نامہ نگار اور تو اور سہو کتابت کو بھی غریب داغ ہی کے سر منڈھتے ہیں''

اس کے بعد ایڈیٹر صاحب نے داغ کے ۵ شعروں کو حق بجانب قرار دے کر داغ کا دفاع کیا۔

ص ۲۱ سے ۲۵ تک اقبل کی ایک طویل نظم طبعزاد شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے کے تحت درج ہے۔ کسی ماہر اقبالیات نے اس نظم کی اشاعت کے سلسلے میں پروانہ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ یہ اس کی نایابی کی بڑی دلیل ہے۔ مجھے اس نظم کی برسوں سے تلاش تھی۔ مثل ہے کہ جوئندہ یابندہ۔ اس نظم کے ملنے سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ میں نے مضمون کا نام ''پروانہ'' اور اقبال'' قرار دیا۔

پروفیسر گیان چند جین نے اپنی کتاب ابتدائی کلام اقبال۔ بہ ترتیب مہ و سال کے صفحہ ۱۵۹ میں اس نظم کو عبدالغفار شکیل کی کتاب ''نوادر اقبال'' ص ۱۳۸ کے حوالے سے شامل کیا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں کہ

''اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے سترہویں سالانہ اجلاس میں ۲۳ فروری ۱۹۰۲ بروز اتوار دوسرے اجلاس میں یہ نظم پڑھی۔ جلسے کی صدارت میاں نظام الدین سب جج راولپنڈی نے کی۔ جلسہ اسلامیہ کالج میں منعقد ہوا۔ نظم کے اختتام پر صدر نے کہا۔

''شیخ صاحب کی تعریف جس قدر کی جائے، کم ہے۔ آپ پنجاب کے ملک الشعراء ہیں۔

اس نظم سے سامعین اس قدر متاثر ہوئے کہ اس کی کاپیاں دس دس روپیہ میں خرید لیں۔

جین صاحب مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ بھی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس نظم کا عنوان ''زبان حال'' ہی تھا۔ وحید کی ''کتابیات'' میں ذیل کا اندراج ہے۔

''زبان حال۔ پنجہ فولاد ۱۹ مارچ ۱۹۰۲ء جلد ۲ ص ۱۱۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے ساتویں سالانہ جلسے میں ۲۳ فروری ۱۹۰۲ء کو (ص ۳۸۱)

یہ نظم ''اسلامیہ کالج کا خطاب پنجاب کے مسلمانوں کو کے عنوان سے اقبال نے انجمن حمایت اسلام لاہور میں پڑھی تھی۔ خدا جانے کہ یہ نظم ''مخزن'' لاہور میں کیوں نہیں زیور طبع سے آراستہ ہو سکی۔ ذیل میں ہم اس نظم کا متن پیش کرتے ہیں۔ اس میں اور دوسرے متون میں جو اختلاف ہے۔ اس کی نشان دہی حواشی میں کرتے ہیں۔ حواشی میں ''ج'' سے مراد پروفیسر گیان چند جین کی کتاب ''ابتدائی کلام اقبال بہ ترتیب مہ و سال ہے۔

طبع زاد شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ہم سخن ہونے کو ہے معمار سے تعمیر آج
آئے کو ہے سکندر سے سر تقریر آج

نقش نے نقاش کو اپنا مخاطب کر لیا
شوخیٔ (۳) تحریر سے، گویا ہوئی تصویر آج

سن کے کیا کہتی ہے دیکھیں باد عنبر بار صبح
لب کشا ہونے کو ہے اک غنچہ و لکیر آج

دیکھئے گل کس طرح کہتا ہے احوال خزاں
مانگ کر لایا ہے بلبل سے لب تقریر آج

عشق ہر صورت سے ہے آمادہ تزئین حسن
ہے پر پروانہ سے کار لب گلگیر آج

گرمی (۴) صیاد کی آتش گزاری دیکھنا
شمع کے اشکوں میں ہے لپٹی ہوئی تنویر آج

آہ میں یا رب یہ (۵) کیا اندا زمعشوقانہ تھا
جوش لذت میں فدا ہو ہو گئی تاثیر آج

عقدے کھل جانے کو ہیں مشکل وہاں روزہ دار
ہے ہلال عبد اپنا ناخن تدبیر آج

دیکھیے باس سحر کا ہوتا ہے کس کس پر اثر
ہے دخان شمع محفل سرمہ تسخیر آج

زینت محفل ہیں فرہادان شیریں عطا
اس محل میں ہے رواں ہونے کو جوئے شیر آج

صبر (۶) را از منزل دل پابجولاں کردہ ام
گیسوئے مقصود را آخر پریشاں کردہ ام ؎

آج ہم حال دل درد آشنا کہنے کو ہیں
اس بھری محفل میں اپنا ماجرا کہنے کو ہیں

ہر نفس پیچیدہ ہے مانند دود شمع طور
داستان دلکش مہر وفا کہنے کو ہیں

دیکھیے محفل میں تڑپاتا ہے کس کو (۷) کس کو یہ شور
مرثیہ دلکش مہر و وفا کہنے کو ہیں

بوئے گل لپٹی ہوئی ہو غنچہ منقار میں
ورنہ مرغان چمن رنگیں نوا کہنے کو ہیں

تجھ کو اے شوق جراحت دیں تسلی کس طرح
آہ ! یہ تیر نظر بھی بے خطا کہنے کو ہیں

قصہ مطلب طویل و دفتر تقریر تنگ
خود بخود کوئی سمجھ جائیکہ کیا کہنے کو ہیں

محفل عشرت میں ہے کیا جانے کس کا انتظار
آج ہر آہٹ کو ہم آواز پا کہنے کو ہیں

ہے سوئے منزل رواں ہونے کو اپنا کارواں
ہم صریر خامہ کو بانگ درا کہنے کو ہیں

ہے گہر باری پہ مائل تو جو اے دست کرم
ہم تجھے ابر سخا ، بحر عطا کہنے کو ہیں

خود بخود منہ سے نکل جانا بھی اچھا ہے مگر
دم تو لے آخر تجھے اے مدعا کہنے کو ہیں

باز اعجاز مسیحا را ہویدا کردہ ام
پیکرے را بازبان خامہ گویا کردہ ام

ابر بن کر تم جو اس گلشن (۸) پہ گوہر بار ہو
بخت سبزے کا مثال دیدہ بیدار ہو۔

میں صدف، تم ابر نیساں، میں گلستاں، تم بہار
مزرع نوخیز میں تم ابر دریا بار ہو

میں نتیجہ اک حدیث امی یثرب کا ہوں
تم اسی امی کی امت کے علم بردار ہو

اک مہ نو آسمان علم و حکمت پر ہوں میں
تم بھی اک فوج ہلالی کے سپہ سالار ہو

نام لیوا اک دیار علم و حکمت کا ہوں میں
اور تم اگلے زمانوں کے وہی انصار ہو

یاں کبھی باد خزاں کا رنگ جم سکتا نہیں
میں مسلمانوں کا گلشن، تم مری دیوار ہو
تم اگر چاہو تو اس گلشن کے ایسے بھاگ ہوں
ہر کلی گل ہو کے اس کی زینت دستار ہو

رہنے والے انتخاب ہفت کشور کے ہو تم
کیوں نہ اس گلشن کی نکہت روکشن تا تار ہو

میری دیواروں کو چھو جائے جو اکسیر عطا
خاک بھی میری مثال گوہر شہوار ہو

دیکھ اے ذوق خریداری ، یہ موقع ہے، کہیں
حسن یوسف سے نہ خالی مصر کا بازار ہو

یوسف ایں علم من و پنجاب کنعان من است (۹)
از طلوع صبح حکمت چاک و امان من است

مجھ میں وہ جادو کہ روتوں کو ہنسا سکتا ہوں میں (۱۰)
قوم کے بگڑے ہوؤں کو پھر بنا سکتا ہوں میں

عید ہوں میں اے نگاہ چشم نظارہ تری
شاہد مقصود کا پردہ اٹھا سکتا ہوں میں
طیر حکمت باغ دنیا میں ہوں اے صیاد میں
دام تو سونے کا بنوائے (۱۱) تو آ سکتا ہوں میں

طوسی و رازی (۱۲) و سینا (۱۴) وظہیر (۱۵) والغزل (۱۶)
آہ وہ دلکش مرقع پھر دکھا سکتا ہوں میں

آئیں اڑ اڑ کر پتنگے مصر و روم و شام سے
شمع اک پنجاب میں ایسی جلا سکتا ہوں میں

آزما کر تم ذرا دیکھو مرے اعجاز کو
ڈھونڈھتی (۱۷) ہیں جس کو آنکھیں وہ دکھا سکتا ہوں میں

گوش بر آواز تھا مغرب کبھی جس کے لیے
وہ صدا پھر اس زمانے کو سنا سکتا ہوں میں

ناز تھا جس پر کبھی غرناطہ و بغداد کو
پھر وہی محفل زمانے کو دکھا سکتا ہوں میں

گھر کسی کا جن کو ضو سے غیرت مشرق بنے
اس انوکھی شان کے موتی لٹا سکتا ہوں میں

کارواں سمجھے اگر خضر رہ عزت (۱۸) مجھے
منزل مقصود کا رستہ دکھا سکتا ہوں میں

از خم حکمت بروں کردم شراب ناب را
ہاں مبارک سر زمین خطہ پنجاب را

بن گیا ہے دست سائل دامن گلزار کیا
باغ پر چھایا ہوا ہے، ابر گوہر بار کیا

کچھ ہوا ایسی چلے یا رب کہ گلشن خیز ہوں
خار کیا گل کی کلی کیا غنچہ منقار کیا

حسن خود منت کش چشم تماشائی ہوا
اب نہیں دنیا میں باقی طالب دیدا ر کیا

اک جہاں آیا ہے گلگشت چمن کے واسطے
باغباں باہر نہ پھینکے گا چمن کے خار کیا

زندگی اپنی زمانے میں تمہارے دم سے ہے

ہے خط دست کرم میرے نجس کا تار کیا

جس (۱۹) نے جا چھوتا ہو دامان ثریا کو کبھی
ایک دو اینٹوں سے اٹھ سکتی ہے وہ دیوار کیا

تیغ کے بھی دن کبھی تھے ، اب قلم کا دور ہے
بن گئی کشور کشا یہ کاٹھ کی تلوار کیا ۔

خوبی قسمت ہے پہنچا علم کا یوسف یہاں
ورنہ کیا پنجاب اور پنجاب کا بازار کاے

مجھ سے وابسہ نہیں کیا آبرو پنجاب کی
تیر کی صورت نہیں ہیں طعنہ اغیار کیا

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

آرزوئے دل کا بھی کہنا کوئی دشوار ہے
کام خاموشی سے تجھ کو طالب اظہار کیا (۲۰)

گوش را جو یائے آواز غریباں کردہ
شانہ را مائل بہ گیسوئے پریشاں کردہ

کیوں نہ دیوانے ہوں لب سوز نہاں کے واسطے
ڈھونڈ کر محفل نکالی داستاں کے واسطے

اس بھری محفل میں اپنا راز دل کہتا ہوں میں
باغ ہی زیبا ہے بلبل کی فغاں کے واسطے

طعنہ زن ہے ضبط اور لذت بڑی افشا میں ہے
ہے کوئی مشکل سی مشکل راز داں کے واسطے

جس نے پایا (۲۱) اپنی محنت سے زمانے میں فروغ
ہے وہی اختر جبین کہکشاں کے واسطے

باغباں کا ڈر کہیں، خطرہ کہیں صیاد کا
مشکلیں ہوتی ہیں سو اک آشیاں کے واسطے

خضر ہمت کا رفیق راہ منزل ہو اگر
گلستاں تیرے لئے تو گلستاں کے واسطے
زندگی وہ چاہیے دنیا کی زینت جس سے ہو
شمع روشن بن کر رہ بزم جہاں کے واسطے

تشنہ لب کے پاس جاتا ہے کبھی اٹھ کر کنواں
رخت کب منزل نے باندھا کارواں کے واسطے

گلشن عالم میں وہ دلکش نظارہ ڈھونڈنا
آنکھ کو فرصت نہ ہو، خوب گراں کے واسطے

یہ تو پوشیدہ ہے بے آرامی محنت میں کچھ
جا رہا ہے تو کہاں آرام جاں کے واسطے

روشن از نورمہ حکمت شبستان من است
کاں در گم گشتہ مومن بد امان من است

ہاں، رگ ہمت کو اپنی جوش میں لائے کوئی
عشق اخواں کا اثر دنیا کو دکھلائے کوئی

ہے پریشاں بار ناکامی سے گیسوئے مراد
شانہ دست عطا سے اس کو سلجھائے کوئی

بہر استقبال استادہ ہے ہر گل کی کلی
اس چمن میں صورت باد صبا آئے کوئی

یہ گل و گلزار صدقہ ای یثرب کا ہے
دیکھنا اے باغباں غنچہ نہ مرجھائے کوئی

مدعا کو یہ سکھایا شورش فریاد نے
خود بخود میری طرح منہ سے نکل (۲۲) جائے کوئی

کہہ گئی ذوق کرم کو شوخیے (۲۳) حسن طلب
ہاتھ سے عاشق کا دل بن کر نکل جائے کوئی

اک چھٹا دریا رواں ہونے کو ہے پنجاب میں
ابر کی صور اٹھے، اٹھ کر برس جائے کوئی (۲۴)

تاک میں بیٹھی ہوئی ہے شوخیے (۲۵) دست طلب
دیکھئے اس بزم سے بچ کر کہاں جائے کوئی
جوش ہمدردی میں پنہاں دولت ایمان ہے
نقشہ خیرا القرون آنکھوں کو دکھلائے کوئی (۲۶)

فکر دیں کیساتھ رکھنا فکر دنیا بھی ضرور
ہیں بہت دشمن کہیں دھوکا نہ دے (۲۷) جائے کوئی

خویش را مسلم ہے (۲۸) گویدہ وبا ما کار نیست
رشتہ تسبیح شان جز رشتہ زنار نیست

علم کا (۲۹) معشوق رونق بخش کاشانہ تو ہو
انجمن اپنی مثال بزم جانانہ تو ہو

پھر سماں بندھ جائے گا غرناطہ و بغداد کا
پھر ذرا (۳۰) بھولا ہوا تازہ وہ افسانہ تو ہو

بزم میں شوق مے حکمت ہوا پیدا مگر
مے بھی بٹ جائے گی ، پہلے فکر پیانہ تو ہو

یہ نظامیہ سلامت ہے تو پھر سعدی بہت
پھر ذرا ویسا منور اپنا کاشانہ تو ہو۔

یاد گار فاتحان ہند و اندلس کے ہو (۳۱) تم
شان شاہانہ نہ ہو میری امیرانہ تو ہو

پائمالی (۳۲) ہے جہاں میں ترک حکمت کی سزا
اس چمن سے مثل سبزہ کوئی بیگانہ تو ہو

وہ غنی ہے علم کی دولت بھی کرتا ہے عطا
ہاں مگر پہلی (۳۳) روش تیری گدایانہ تو ہو

آنکھ کو بیدار کر دیتی ہے یہ دیوانگی
کوئی اس حسن جہاں آرا کا دیوانہ تو ہو

رام کر لینا زمانے کا ترے ہاتھوں میں ہے
زندگی تیری جہاں میں دل بایانہ تو ہو

جل کے مر جانا چراغ علم پر مشکل نہیں
پہلے تیرے دل میں پیدا نو پروانہ تو ہو
اے کہ حرف "اطلبو الوکان بالصین (۳۴) گفتہ
گوہر حکمت بتار جان امت سفتہ

اے کہ بر دلہا رموز عشق آساں کردہ
سینہ ہا را از از تجلی یوسفستاں کر دہ

اے کہ صد طور است پیدا از نشان پائے تو
خاک یثرب را تجلی گاہ عرفاں کردہ

اے کہ ذات تو نہاں در پردہ عین عرب ے
روئے خود را در نقاب میم پنہاں کر دہ

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز نور شمع ایماں کردہ

اے کہ ہم خدا (۳۵) باب (۳۶) دیار علم تو
اے بودی صورت آئینہ حیراں کردہ

فیض تو دشت عرب را مطلع انظار ساخت
خاک ایں ویرانہ را گلشن بداماں کردہ

دل نہ نالد در فراق نو ر حسن تو چرا
خشک چوبے را ز ہجر خویش گریاں کردہ

گل فرستادن بہ بحر بے کراں مے زیبدش
قطرہ بے مایہ را ہم دست طوفاں کردہ

بے عمل را لطف تو (۳۷) نا تقنطوا آموز گشت
بسکہ وا بر ہر کسے باب دبستان کردہ
ہاں دعا کن بہر ما اے مایہ ایمان ما
پر شود از گوہر حکمت سر داماں ما

حواشی

اختر شاہنشاہی ص ۱۷۱

یہ کتاب صحافت نگاری کی اہم تاریخ ہے جو اختر الدولہ حاجی سید محمد اشرف آنریری سکرٹری انجمن علمی و مالک اخبار اختر ہندو اختر پریس نے ۱۸۔۲۲۔۸ سائز میں ۲۹۸ صفحوں میں پہلی مرتبہ جون ۱۸۸۸ء میں شائع کی تھی۔اس میں ہر اخبار اور ہر گلدستہ اور ہر مطبع کے بارے میں اطلاعات فراہم کی گئیں جن کی تعداد ۱۵۱۸ ہے۔

افسوس کہ کتاب کمیاب ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے مجھے دو نسخے دستیاب ہوئے۔ ایک کتب خانہ شبلی (ندوہ) لکھنو اور دوسرا پروفیسر سید مسعود حسن رضوی مرحوم کے کتب خانے میں۔ موخر الذکر نسخہ ہر حالت میں بہتر ہے۔ کاش اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوتا۔

۲۔ اختر شناسی ص ۱۵۹

۳۔ ج۔ شوخی

۴۔ ج۔ فریاد

۵۔ ج۔ وہ

۶۔ ''پروانہ'' ندارد

۷۔ ''پروانہ'' میں کو زیادہ ہے۔

۸۔ ج۔ یہ

۹۔ ج۔ یوسف علم استم و پنجاب کنعان من است

از دمید صبح حکمت، چاک، دامان من است

۱۰۔ جہ۔ مصرع اولی کا قافیہ ''بنا'' غلط ہے۔ انہوں نے مصرعہ یوں لکھا ہے جو درست نہیں ع مجھ میں وہ جادو ہے روحوں کو بنا سکتا ہوں میں

۱۱۔ ج۔ نبوالے

۱۲۔ فارسی کے مشہور شاعر فردوسی طوسی۔ طوسی سے فارسی کا مشہور فلاسفر نصیر الدین بھی ہو سکتا ہے۔

۱۳۔ امام رازی

۱۴۔ مشہور عالم حکیم ابو علی سینا

۱۵۔ فارسی کے مشہور شاعر

۱۶۔ امام محمد غزالی

۱۷۔ ج۔ڈھونڈتی

۱۸۔ ج۔ہمت

۱۹۔ یہ خیر نال پنجابی گل (محاورہ) ہے (ایڈیٹر) ج میں مصرعہ یوں ہے۔ہاں جسے چھونا ہو دامان ثریا کو بھی''

۲۰۔ ج۔آرزوئے دل کو بھی کہنا کوئی دشوار ہے۔کام خاموشی سے تجھ کو اے لب اظہار کیا۔

۲۱۔ پروانہ۔پاسہو کاتب

۲۲۔ ج۔نکل آئے

۲۳۔ ج۔شوخی

۲۴۔ پروانہ ہندارد

۲۵۔ ج۔شوخی۔

۲۶۔ ج میں یہ شعر ''ہاں رگ ہمت کو اپنی.....الخ کے بعد ہے۔

۲۷۔ ج۔کھا

۲۸۔ ج۔ہمی

۲۹۔ ج۔محبوب

۳۰۔ پروانہ۔پھولا سہو کتابت

۳۱۔ ج۔ہو تمہیں

۳۲۔ ج۔پائمالی۔

۳۳۔ ج۔پہلے

۳۴۔ ج۔لوکان بالسین غلط ہے۔صحیح ''بالصین'' ہے ہے۔الصین چین کو کہتے ہیں۔

۳۵۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔علی، اللہ کے ناموں

میں سے ایک ہے۔ مثلاً یا علی یا عظیم

۳۶۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں مشہور حدیث رسول اکرم ﷺ ہے۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

۳۷۔ آیت قرآنی ہے یعنی تم ہماری رحمتوں سے ناامید نہ ہو جاؤ۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006